۲۱

صبر، صدق، صوم اور صلوٰۃ کی پابندی اختیار کرو

(فرمودہ ۱۵۔ جون ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے کئی دفعہ جماعت کو ان فتنوں کے متعلق جو قادیان اور اس کے گردونواح میں پیدا ہو رہے ہیں، توجہ دلائی ہے۔ اور وہ طریق عمل بتایا ہے جو اختیار کرنا چاہیئے۔ لیکن پھر بھی چونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں اور چونکہ انسانی طبائع بھی ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتیں، اس لئے لوگوں کیلئے وہی بات جو درحقیقت پرانی ہوتی ہے، بدلے ہوئے حالات اور اپنی بدلی ہوئی طبیعت کے ماتحت نئی بن جاتی ہے اور وہ پھر آکر سوال کرتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

اس وقت جو فتنہ انگیزی کے طریق اختیار کئے جارہے ہیں اور جس طرح بازاروں اور گلیوں میں احمدیوں کو دیکھ کر انہیں ستانے اور دکھ دینے کیلئے سلسلہ کے متعلق نہایت ہی ناپسندیدہ اور اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور جس طرح سلسلہ کے افراد کے متعلق تکلیف دہ طعنہ زنی کی جاتی ہے اس میں شبہ نہیں کہ وہ عام حالات میں عام انسانوں کیلئے ناقابلِ برداشت اور حد سے بڑھی ہوئی ہے لیکن ہمارے لئے دیکھنے والی یہی بات نہیں کہ یہ اشتعال انگیزی عام حالات کے لحاظ سے عام انسانوں کیلئے حد سے بڑھ چکی ہے کیونکہ ہم عام حالات میں پیدا نہیں ہوئے ہمیں خداتعالیٰ نے خاص حالات میں پیدا کیا ہے۔ دنیا سے ایک نہایت قیمتی چیز کھوئی گئی تھی، ایک متاع ضائع ہوگئی تھی اور ایک قیمتی چیز ہاتھوں سے

نکل چکی تھی اور وہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ لوگ ایک چیز کو بھول گئے تھے' ان کے ذہنوں سے ایک بات اُتر گئی تھی اور وہ خداتعالیٰ پر توکل اور یقین ہے۔ یہ چیزیں دنیا کیلئے ضروری تھیں' اتنا ہی دنیا نے انہیں پسِ پُشت ڈال دیا اور انہیں فراموش کر رکھا تھا تب خداتعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ اس کھوئی ہوئی متاع کو اور اس فراموش شدہ چیز کو دنیا میں پھر واپس لائیں چنانچہ آپ نے مبعوث ہو کر دنیا میں پھر خدا پر یقین اور توکل قائم کیا۔ پھر اخلاق فاضلہ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی۔ پھر قربانی اور ایثار جن کے بغیر اخلاق فاضلہ کا حصول ناممکن ہے' اس کی اہمیت لوگوں پر ظاہر کی۔ دنیا کا عام دستور ایسے حالات میں یہ ہے کہ لوگ انبیاء کو بُرا بھلا کہتے اور ان کی تکذیب کرتے ہیں' ان سے لڑائی جھگڑا کرتے' لڑتے' دکھ دیتے اور ہتک کے تمام ذرائع اپنے استعمال میں لاتے ہیں لیکن ہمیں خداتعالیٰ نے غیر معمولی طور پر یقین اور ایمان نصیب کیا۔ جبکہ عام حالات یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کو دُکھ دیا جاتا اور ان کی تکذیب و تکفیر کی جاتی ہے۔ خداتعالیٰ نے عام حالات کے خلاف ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم خدا کے فرستادہ پر ایمان لائے' آپ کو مانا اور آپ کے اوامر پر کاربند ہونے کیلئے اپنے آپ کو پیش کردیا' پھر جو صداقت آئی وہ بھی غیر معمولی طریق سے آئی ہے کیونکہ انبیاء کی بعثت معمولی طریق پر نہیں ہوتی۔ معمولی طریق تو یہ ہے کہ انسان غور کرتا' فکر کرتا اور صداقت کی جستجو کرکے آخر اسے پالیتا ہے مگر الہام ہونا اور ایک نبی کا دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا جانا ہدایت کا غیر معمولی طریق ہے جو غیر معمولی حالات کے پیدا ہونے پر کام میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح نبیوں کی شناخت بھی ایک غیر معمولی امر ہوتا ہے ورنہ عام حالات تو یہی ہوتے ہیں کہ ان کی تکذیب و تکفیر کی جاتی ہے۔

پس وہ پیغامِ الٰہی جو آج دنیا کیلئے آیا غیر معمولی ہے۔ اور ہمارا اس پیغام کو سن کر اسے تسلیم کرلینا اور اس پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوجانا بھی غیر معمولی ہے اس لئے ہم پر دوسرے لوگوں کا قیاس کیونکر ہوسکتا ہے اور کیونکر کہا جاسکتا ہے جب ان حالات میں دوسرے لوگ اس قسم کے افعال پر اُتر آتے ہیں تو ہمیں بھی فلاں قسم کے افعال کرنے چاہئیں۔ جب خداتعالیٰ نے ہمارے لئے غیر معمولی قدرتیں ظاہر کی ہیں اور ہمیں غیر معمولی طور پر ایک نبی پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو ہمارے باقی اعمال بھی معمولی آدمیوں کی طرح نہیں

ہوسکتے بلکہ وہ بھی اپنے دائرہ میں خاص اہمیت اور غیر معمولی حیثیت رکھتے ہیں- یاد رکھنا چاہیئے انبیاء کی جماعتیں غیر معمولی نہیں ہوتیں رسول کریم ﷺ کے وقت میں جو لوگ پیدا ہوئے اور آپ پر ایمان لائے' قربانیاں انہوں نے بھی کیں اور بعد میں آنے والوں نے بھی کیں- بنی نوع انسان کی خدمت انہوں نے بھی کی اور دوسروں نے بھی کی لیکن کیا وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں آپ پر ایمان لانے والا ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی بعد میں آنے والوں پر ایک رنگ کی فضیلت رکھتا ہے- امت محمدیہ میں رسول کریم ﷺ کے بعد سینکڑوں اولیاء ایسے گذرے ہیں جو کئی صحابہؓ سے درجہ میں بلند تھے- مگر باوجود اس کے جب ان کے سامنے کسی صحابیؓ کا نام آتا تو ان کے دلوں پر غیر معمولی کیفیت طاری ہوجاتی' ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے' ان کے چہروں کی حالت بدل جاتی اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ کسی بڑے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہیں- اس کی کیا وجہ تھی کہ سید عبدالقادر جیلانیؒ' شہاب الدین صاحب سہروردیؒ اور معین الدین چشتیؒ جیسے آدمی جنہوں نے دنیا کی ہدایت کیلئے بہت بڑے بڑے کام کئے' ایک معمولی صحابی کے مقابلہ میں اپنے آپ کو گرادیتے اور اپنے درجہ کو متنزّل کردیتے اسی وجہ سے کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ غیر معمولی حالات میں پیدا ہوئے اور غیر معمولی طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی-

پس انبیاء کی جماعتیں غیر معمولی حالات میں گذرا کرتی ہیں اس لئے ہماری جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گو عام قاعدہ یہی ہے کہ جب انسان کوئی اشتعال انگیز بات سنے تو اسے غصہ آجائے' عام قاعدہ یہی ہے کہ ایسے حالات میں بعض دفعہ خون خرابہ بھی ہوجائے مگر یہاں عام قاعدے کا سوال نہیں' دنیاوی گورنمنٹیں بھی ان حالات میں جب کسی قوم کے بزرگ اور پیشوا کو گالیاں دی جاتی ہوں اور لوگ صبر سے کام نہ لیتے ہوئے کسی کو قتل کردیں' تو یہ ثابت ہوجانے پر کہ دوسرے فریق کی طرف سے اشتعال دلایا گیا' چھوڑ دیتی ہیں مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے حالات غیر معمولی ہیں اور ہم نے صرف یہ نہیں دیکھنا کہ ہمارے کسی فعل کا ہم پر یا دوسروں پر کیا اثر پڑتا ہے بلکہ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے اعمال کا اثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ اور آپ کی عزت و حُرمت پر کیا پڑے گا- اگر اپنی ہی عزت کا سوال ہوتا اور اپنے ہی نام تک تمام اثر پہنچنے کا یقین ہوتا تو میں سمجھتا ہوں جن حالات میں سے ہمیں گذارا جارہا ہے ان کے ماتحت مَیں کبھی یہ نہ کہتا کہ خاموش رہو بلکہ میں

کہتا کہ جاؤ اور اس فتنہ کے مٹانے کیلئے اپنی جانیں تک لڑادو۔ مگر یہاں سوال اپنی عزت اور اپنے نفس کا نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی عزت کا سوال ہے۔ ہمیں جن لوگوں سے واسطہ پڑا ہے وہ اس قسم کے ہیں کہ دھوکا و فریب کرتے اور پھر سچے بنتے ہیں، ظلم کرتے اور مظلوم بنتے ہیں، ابتداء کرتے ہیں مگر اپنی کارروائیوں کو مدافعانہ ظاہر کرتے ہیں ان حالات میں ہماری ظاہری کوششوں سے ہر قسم کی سچائی کے باوجود ہمیں بُرا نام ملتا ہے اور ہمیں نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملتا ہے۔ پس جو چیز آپ لوگ اپنی ذات کیلئے کرسکتے ہیں میں کہتا ہوں وہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت کی حفاظت کیلئے نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمارے اعمال تاریخ میں لکھے جائیں گے اس لئے ہمیں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ رسول کریم ﷺ نے مدافعانہ جنگیں کیں مگر دنیا چودہ سَو سال سے برابر یہ کہتی چلی آرہی ہے کہ مسلمانوں نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا یہی ہمارا حال ہے۔ ان کے کتنے ہی ظلم اور تعدّی سے تنگ آکر ہم ان سے لڑیں وہ جھٹ کہہ دیں گے مرزا صاحب کی جماعت ایسی اور آپ کے مرید ایسے ہیں۔ پس جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا کریں تب بھی میں انہیں یہی کہوں گا کہ صبر کریں اور اگر وہ تیسری دفعہ میرے پاس آئیں گے تو اُس وقت بھی میرا جواب یہی ہوگا کہ صبر کریں۔ ہاں ممکن ہے بعض لوگ میری اس نصیحت پر عمل نہ کرسکیں گو میں اسے ان کی خوبی کہنے کیلئے تیار نہیں بلکہ اسے ان کی کمزوریٔ نفس پر محمول کروں گا لیکن چونکہ کمزور طبائع بھی موجود ہوتی ہیں اور وہ اشتعال انگیزی کے مقابلہ میں پورے صبر سے کام نہیں لے سکتیں، اس لئے میں ان سے یہ کہوں گا کہ اول تو انہیں بھی یہی چاہیئے کہ وہ صبر سے کام لیں لیکن اگر کسی وقت وہ مدافعانہ طور پر لڑپڑتے ہیں تو جہاں پہلا صاد صبر کا تھا وہاں انہیں دوسرا صاد اختیار کرنا پڑے گا جو صدق ہے۔ جو کچھ ہوا اُسے مت چھپاؤ بلکہ سچ سچ کہہ دو کہ اصل واقعہ یہ ہوا ہے۔ پس اول تو صبر کرو لیکن اگر کوئی شخص کسی وقت انتہائی طور پر اشتعال دلائے جانے پر صبر نہیں کرسکتا اور سلسلہ کی عزت کی حفاظت کیلئے اپنی کمزوریٔ نفس کے نتیجہ میں لڑ پڑتا ہے تو پھر اسے سچ سچ کہہ دینا چاہیئے۔ اس کا فرض ہے کہ دلیری سے کہے میں نے یہ فعل ضرور کیا ہے اور اس لئے کیا ہے کہ فلاں نے سلسلہ کی ہتک کرکے مجھے سخت اشتعال دلایا یا بانیٔ سلسلہ کو گالیاں دیں۔ پس اول تو میں یہی کہتا ہوں کہ صبر سے کام لو، صبر سے کام لو، صبر سے کام لو لیکن اگر کوئی برداشت نہیں کرسکتا اور لڑ پڑتا ہے تو پھر میں کہوں گا

صدق سے کام لے، صدق سے کام لے، صدق سے کام لے۔

قرآن کریم نے اس قسم کے حالات میں دو اور صاد بھی بتائے ہیں ان سے بھی کام لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔ یعنی اے لوگو! صبر اور صلوٰۃ سے استعانت چاہو۔ پس ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ روزے رکھیں اور خداتعالیٰ سے دعائیں کریں، نمازیں پڑھیں اور خداتعالیٰ سے دعائیں کریں کیونکہ خداتعالیٰ کے سامنے جب انسان جھکتا ہے تو اس کیلئے غیب سے سہولت کے سامان پیدا ہوجاتے ہیں۔ پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارے لئے اِس وقت کیا کیا مشکلات ہیں۔ ہمارے لئے مشکلات یہ ہیں کہ ہمارے مقابل پر جھوٹ بولنے والا دشمن کھڑا ہے، گورنمنٹ کے بعض حُکّام بھی اس کی پیٹھ بھرتے ہیں مگر کیا تم سمجھتے ہو ان لوگوں کی خداتعالیٰ کے سامنے کوئی ہستی ہے۔ کتنا بڑے سے بڑا کوئی دشمن ہو اگر رات کو اسے قولنج کا درد ہوجائے یا ہیضہ کے کیڑے اس کے پیٹ میں گھس جائیں اور وہ ایک ہی رات میں چل بسے تو کیا گورنمنٹ انگریزی کے سارے ڈاکٹر مل کر بھی اسے زندہ کرسکتے ہیں۔ گورنمنٹ اپنی توپوں کے ساتھ توپوں کا مقابلہ کرسکتی ہے، بیڑوں کا بیڑوں کے ساتھ مقابلہ کرسکتی ہے مگر وہ ہیضہ کے کیڑوں اور طاعون کی گلٹیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض دفعہ یوں بھی عذاب نازل ہوجاتا ہے کہ افسر ناراض ہوجاتے اور ان پر ماتحت کی بددیانتی کھُل جاتی ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ ایسا ہی ہوجائے اور جس کھونٹے پر وہ ناچ رہے ہیں وہی کھونٹا ان کی رُسوائی کا موجب بن جائے۔ پس دنیا کی مخالفتیں کوئی چیز نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بھی لوگوں نے سازشیں کیں اور قتل کے مقدمات دائر کئے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مخالفین کو اپنے مقاصد میں نامراد رکھا۔ ایسے ہی اقدام قتل کے ایک مقدمہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف عدالت میں گواہی دینے کیلئے آیا اور اس امید پر آیا کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی یا ہتھکڑی اگر نہ لگی ہوگی تو عدالت میں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) ذلیل حالت میں کھڑے ہوں گے مگر باوجود اس کے کہ وہ انگریز ڈپٹی کمشنر جس کے سامنے مقدمہ پیش تھا، ہمارے سلسلہ کا سخت مخالف تھا اور اس نے ضلع میں تعینات ہوتے ہی کہا تھا کہ یہ شخص جو ہمارے یسوع مسیح کی ہتک کرتا ہے اب تک بچا ہوا ہے اسے سزا کیوں نہیں دی جاتی مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ آپ کی شکل دیکھتے ہی اس کا بُغض دور

ہو گیا اور اس نے اپنے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹھنے کیلئے کرسی بچھادی- حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے- مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو آیا ہی اسی لئے تھا کہ آپ کو ذلّت کی حالت میں دیکھے' اس نے جب دیکھا کہ آپ کُرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں تو برداشت نہ کرتے ہوئے اس نے کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر سے سوال کیا کہ مجھے بھی کُرسی دی جائے- اس نے یہ خیال کیا کہ جب مجرم کیلئے کرسی بچھائی جاتی ہے تو گواہ کو کیوں کرسی نہیں ملے گی- مگر کپتان ڈگلس نے جب یہ بات سنی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے غضبناک ہو کر کہا تجھے کُرسی نہیں ملے گی- مولوی محمد حسین صاحب نے کہا میرے باپ کو لاٹ صاحب کے دربار میں کُرسی ملا کرتی تھی' مجھے بھی کرسی دی جائے- میں اہلحدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور میرا حق ہے کہ مجھے کرسی ملے- تب کپتان ڈگلس نے کہا- بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا- اب بجائے اس کے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تذلیل دیکھتا خدا تعالیٰ نے اسے ذلیل کردیا- پھر یہ تو کمرہ کے اندر کا واقعہ تھا جب مولوی صاحب باہر نکلے تو لوگوں کو یہ دکھانے کیلئے کہ گویا اندر بھی انہیں کرسی ملی ہے' برآمدے میں ایک کرسی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئے لیکن چونکہ نوکر وہی کچھ کرتے ہیں جو وہ اپنے آقا کو کرتے دیکھتے ہیں- چپڑاسی نے جب دیکھا کہ مولوی صاحب کو اندر تو کرسی نہیں ملی اور اب برآمدے میں کرسی پر آبیٹھے ہیں- اسے خیال آیا کہ اگر صاحب بہادر نے دیکھ لیا تو وہ مجھ پر ناراض ہوگا- وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا آپ کو یہاں پر بیٹھنے کا حق نہیں' اُٹھ جائیے- اس طرح باہر کے لوگوں نے بھی دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کی عدالت میں کتنی عزت ہوئی- مولوی صاحب اس پر غصہ میں جل بُھن کر آگے بڑھے تو کسی شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی' اس پر بیٹھ گئے مگر اتفاق کی بات ہے چادر والا بھی جھٹ آپہنچا اور کہنے لگا میری چادر چھوڑ دو یہ تمہارے بیٹھنے سے پلید ہوتی ہے کیونکہ تم ایک مسلمان کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے عدالت میں گواہی دینے آئے ہو-

تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نصرت آتی ہے تو کوئی شخص اسے روک نہیں سکتا- پولیس کے افسر اور سپاہی کیا بڑے سے بڑے آدمی کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور ایک سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ہلاک کرسکتا ہے- پس اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو اور اسی سے دعائیں کرو- ہاں مومنوں کیلئے ابتلاؤں کا آنا بھی مقدر ہوتا ہے- سو اگر صبر سے کام لوگے اور

دعائیں کروگے تو اللہ تعالیٰ ان ابتلاؤں کو دور کردے گا۔ابتلاؤں کا آنا ایمان کی علامت ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے انسان بہت سی ترقیات حاصل کرلیتا ہے۔ مگر پھر بھی چونکہ ابتلاؤں کی برداشت مشکل ہوتی ہے اس لئے یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ابتلاء آنے پر انسان خوش ہو بلکہ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور جھکے اور اسی کے حضور گڑگڑائے اور کہے کہ خدایا مجھ میں ابتلاؤں کے برداشت کی طاقت نہیں تو اپنے فضل سے انہیں دور فرمادے۔اور گو ہمارا فرض ہے کہ ہم بہادری دکھائیں اور ابتلاؤں کے آنے پر صبر کریں۔اور اگر صبر کا دامن کسی وقت ہاتھ سے چھُوٹ جائے تو ہم سچائی سے کام لیں۔مگر ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اگر یہ تیری طرف سے ہے تو ہم کمزور بندے ہیں' ہم پر رحم فرما اور اگر یہ ابتلاء ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہیں تو ہمارے گناہ بخش دے۔ یہ آپ لوگوں کا کام ہے جبتک آپ اس پر عمل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہوسکتے اور اگر آپ اس پر عمل کریں گے تو پھر آپ کو کسی سے خوف نہیں ہوسکتا نہ حکومتوں سے نہ رعایا سے۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عام مومن دو مخالفوں پر بھاری ہوتا ہے۔ اور اگر اس سے ترقی کرے تو ایک مومن دس پر بھاری ہوتا ہے۔ اور اگر اس سے بھی ترقی کرے۔ تو صحابہؓ کے طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک نے ہزار کا مقابلہ کیا ہے۔ ہماری جماعت مردم شماری کی رو سے پنجاب میں چھپّن ہزار ہے گو یہ بالکل غلط ہے اور صرف اسی ضلع گورداسپور میں تیس ہزار احمدی ہیں مگر فرض کرلو کہ یہ تعداد درست ہے اور فرض کرلو کہ باقی تمام ہندوستان میں ہماری جماعت کے بیس ہزار افراد رہتے ہیں تب بھی یہ پچھتر' چھہتر ہزار آدمی بن جاتے ہیں اور اگر ایک احمدی سَو کے مقابلہ میں بھی رکھا جائے تو ہم پچھتر لاکھ کا مقابلہ کرسکتے ہیں اور اگر ایک ہزار کے مقابل پر ہمارا ایک آدمی ہو تو ہم ساڑھے سات کروڑ کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ اتنی ہی تعداد دنیا کے تمام مسلمانوں کی ہے۔ پس سارے مسلمان مل کر بھی جسمانی طور پر ہمیں نقصان نہیں پہنچاسکتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ان پر بھاری ہیں۔ پھر آج کل تو جسمانی مقابلہ ہے ہی نہیں اس لئے اس لحاظ سے بھی ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس میں شُبہ نہیں کہ گورنمنٹ کے بعض افسر ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں مگر میرا تجربہ یہی ہے کہ گورنمنٹ کے افسروں میں سے اکثریت شرفاء کی ہے اور ان سے جب بھی اس قسم کی فتنہ انگیزیوں کا ذکر کیا جائے' وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم ان سے

بیزار ہیں- پس جن سے ہمیں خطرہ ہوسکتا ہے ان میں سے بھی دس میں سے ایک نکلے گا جو عمداً نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہو ورنہ دس(۱۰) میں سے نو(۹) اعلیٰ کیریکٹر کے ہوں گے- ممکن ہے کبھی ان میں سے بھی کوئی مخالفت کی رَو میں بہہ جائے مگر جلدی ہی ایسے لوگوں میں بیداری پیدا ہوجاتی ہے- یہی حال سکھوں اور ہندوؤں کا ہے- اکثریت ان میں شریفوں کی ہے- کبھی وہ مخالفت کی رَو میں بہہ جائیں تو بہہ جائیں ورنہ دس(۱۰) میں سے نو(۹) شریف ہوتے ہیں- پس کتنے مخالف ہیں؟ جن کا تمہیں مقابلہ کرنا ہے افسروں میں سے گو بعض معمولی کیریکٹر کے ہوتے ہیں' بداخلاق ہوتے ہیں اور انہیں دوسرے کو دکھ دینے میں مزا آتا ہے مگر اکثر ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دل میں خدا کا خوف رکھتے ہیں- اگر دنیا میں شرارت ہی شرارت ہو اور نیکی بالکل مفقود ہوجائے تو خداتعالیٰ دنیا کو قائم بھی نہ رکھے اسے مٹاڈالے- مگر یہ درست نہیں کہ دنیا میں نیکی کے مقابلہ میں شرارت زیادہ ہے- ہر انسان میں کچھ نہ کچھ نیکی کا بیج ہوتا ہے- گو بعض اسے مٹادیتے ہیں مگر اکثر اپنے دل میں اسے قائم رکھتے ہیں جو معمولی چھینٹے سے بھی نشوونما پانے لگ جاتے ہیں لیکن اگر یہ نہ بھی ہو' تب بھی افسر کیا اور ماتحت کیا' سب خداتعالیٰ کے قبضہ میں ہیں- اور اگر ہم خداتعالیٰ کی جماعت ہیں تو ہماری ذلتیں عزتوں میں بدل جائیں گی اور ہماری شکستیں فتح اور کامرانی کی صورت اختیار کرلیں گی- پس ہمیں خداتعالیٰ پر توکّل اور یقین رکھنا چاہیئے- ایسے حالات میں شریعت نے ہمیں جو طریق بتائے ہیں وہ یہی ہیں کہ ہم صبر' صدق' صوم اور صلوٰۃ سے کام لیں- یہ چار صاد ہیں جن کے ذریعہ انسان ہر ایک خطرہ سے محفوظ ہوجاتا ہے- اگر انسان انہیں اختیار کرلے تو دشمن یا تو دوست بن جاتا ہے یا اپنے مقاصد میں ناکام رہ کر ہلاک ہوجاتا ہے- پس وہ دوست جو مجھ سے آکر پوچھتے ہیں کہ ہم کیا کریں میری نصیحت انہیں یہی ہے کہ صبر سے کام لو اور اگر کبھی صبر کا دامن کسی کے ہاتھ سے چُھٹ جائے تو پھر صدق سے کام لو- اسی طرح صوم وصلوٰۃ سے کام لو- روزے رکھو اور دعائیں کرو' نمازیں پڑھو اور دعائیں کرو- تمہارا روزے رکھنا اور تمہارا اپنے دل میں درد پیدا کرنا' اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرلے گا- تمہارا درد ایسا نہیں ہوگا کہ اسے دیکھ کر خداتعالیٰ خاموش رہے بلکہ احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مومن کے دل میں درد پیدا ہوتا ہے تو اس سے عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے اور وہ بس نہیں کرتا جب تک اپنے بندے کے غم کو دور نہیں کردیتا- تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ ایک بچہ روئے مگر اس کی ماں اسے دودھ نہ پلائے'

چیخے اور اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ پھر تم کیوں خدا پر بدظنی کرتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ اگر تم خداتعالیٰ کے حضور گریہ و زاری سے کام لوگے تو وہ تمہاری طرف توجہ نہیں کرے گا۔ تم اپنے دل میں درد پیدا کرو کہ اس کے نتیجہ میں خداتعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے گی اور وہ نہیں رُکے گا جب تک کہ تم خود نہ کہو گے کہ اے خدا! اب ہماری تسلی ہوگئی۔

(الفضل ۲۱ - جون ۱۹۳۴ء)

۱؎ البقرۃ:۴۶